Vol. 4 No. 1 (2026)

Liberal Journal of Language & Literature Review
Print ISSN: 3006-5887
Online ISSN: 3006-5895
https://llrjournal.com/index.php/11

طاہرہ اقبال کے ناول "نیلی بار" میں پنجابی زبان کا استعمال : تجزیاتی مطالعہ

ANALYTICAL STUDY OF PUNJABI LANGUAGE USED IN TAHIRA IQBAL, S NOVEL "NEELI BAR"

رخسانہ رفیق
Rukhsana Rafique[*1]
پی ایچ ڈی سکالرناردرن یونی ورسٹی، نوشہرہ
[*1]Ph.D Scholar Northern University, Nosherhra.

ڈاکٹر نذر محمد عابد
Dr. Nazar Muhammad Abid[2]
شعبہ اردو، نادرن یونی ورسٹی نوشہرہ
[2]Urdu Department, Northern University, Noshehra.

Liberal Journal of Language & Literature Review
Print ISSN: 3006-5887
Online ISSN: 3006-5895

DOI: http://doi.org/10.5281/zenodo.21427775

Abstract

Abstract
Tahira Igbal is counted among the Prominent Fiction writers of the present era. She is a well-known name of Urdu Fiction and novel.The basic theme of her writings is the rural life of Punjab, especially the problems of farmers, women and nomadic women, Agrarian bound in feudal systems. She has truly depicted the day-to-day life of the agricultural Society and the lower classes.
Realism is a prominent feature of her writings. She has used a unique style to portray rural life and has played an important role in making local dialects a part of the urdu language.
Her novel "Neeli Bar" is considered an important milestone in the context of portraying Urdu literary and rural Social life. In it, the author has used words, idioms and accents alongside Urdu, which highlights the local brightness and cultural identity of the language.
Key words: *Tahira Iqbal, Neeli Bar, Punjabi Language, Urdu Literature, Linguistic Study, Punjabi Words, Cultural Reflection, Rural Society, Literary Style, Local Color.*

کلیدی الفاظ:طاہرہ اقبال، نیلی بار، پنجابی زبان، اردو ادب، لسانی مطالعہ، پنجابی الفاظ، ثقافتی عکاسی، دیہی سماج، ادبی اسلوب، مقامی رنگ۔

طاہرہ اقبال کا شمار اہم فکشن نگاروں میں ہوتا ہے ۔ وہ اردو افسانے اور ناول کا معروف نام ہے ۔ ان کی تحریروں کا بنیادی موضوع پنجاب کا دیہات ہے، خصوصاً کسان، عورت، خانہ بدوش عورت کے مسائل، جاگیرداری نظام میں جکڑا ہوا زرعی سماج اور نچلے طبقے کے شب و روز کی حقیقی عکاسی ان کی تحریروں کا حقیقی وصف ہے ۔ انھوں نے ایک منفرد اسلوب میں دیہی زندگی کی منظر کشی کرتے ہوئے مقامی بولیوں کے ذخیرہ الفاظ کو اپنے ناولوں میں اردو زبان کا حصہ بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے ۔ ان کا ناول "نیلی بار" اردو ادب میں دیہی سماجی زندگی کی عکاسی کے حوالے سے ایک اہم سنگ میل سمجھا جاتا ہے ۔ اس میں مصنفہ نے اردو زبان کے ساتھ پنجابی زبان کے الفاظ و محاورات اور اس کے لہجوں کا استعمال کیا ہے جو زبان کی مقامی رنگینی اور ثقافتی شناخت کو واضح کرتے ہیں ۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ پنجابی زبان دراصل اُس خطے کی زبان ہے جو پانچ دریاؤں (ستلج، بیاس، راوی، چناب اور جہلم) کی آغوش میں گھری ہوئی سر زمین پنجاب ہے لیکن جدید تحقیق ثابت کرتی ہے کہ پنجابی زبان ایک وسیع و عریض خطے کی زبان ہے ۔ حمید اللہ شاہ ہاشمی کے الفاظ ہیں:

> "پنجابی زبان کا پھیلاؤ دہلی (بھارت) سے لے کر خیر پور (سندھ) تک اور پشاور(صوبہ سرحد)سے لے کر جموں و سری نگر (مقبوضہ کشمیر) تک وسیع ہے" (1)

جدید تحقیق کے مطابق یورپی ممالک میں آباد خانہ بدوش قبائل کا اصل وطن بلوچستان اور پنجاب بتایا جاتا ہے ۔ یہ لوگ جو زبان بولتے تھے اس کا ماخذ پنجابی زبان ہے ۔ یہ لوگ یورپ میں رہ کر بھی پنجابی زبان کو پنجابی لہجے اور تلفظ کے ساتھ بولتے ہیں ۔ پنجابی زبان کا لسانی تجزیہ کرتے ہوئے اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ پنجاب کا علاقہ ہمیشہ بیرونی حملہ آوروں کی زد میں رہا اور اُن کے اثرات سے پنجابی زبان میں کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں لیکن پنجابی زبان نے پھر بھی اپنا وجود برقرار رکھا اور اپنی انفرادیت کو ضائع نہیں ہونے دیا ۔ ڈاکٹر شہباز ملک کے الفاظ ہیں:

> "پنجابی زبان کا ماضی تقریباً 5000 سال پرانا ہے جبکہ تحریری ورثہ 800 سال پرانا ہے ۔ اس کا رسم الخط فارسی سے آیا ہے" (2)

Print ISSN: 3006-5887
Online ISSN: 3006-5895

یہ بات طے شدہ ہے کہ کسی بھی زبان کے باقاعدہ تحریری روپ میں آنے سے پہلے اس کا لوک ادب جنم لیتا ہے جس کی خالق عوام ہوتی ہے کیونکہ ابتدائی ادب میں تحریری ادب کا وجود نہیں ہوتا ۔ پنجابی زبان کی ابتدائی نشوونما میں سب سے زیادہ حصہ بزرگان دین کا ہے ۔ انھوں نے عوام کی تبلیغ کے لیے پنجابی زبان کو اپنایا ۔ بقول ڈاکٹر شہباز ملک:

> "پنجابی ادب کی بنیاد بابا رتن اور بابا فرید نے اپنے کلام سے رکھی جو کہ مذہبی تعلیم کی تبلیغ ہے ۔ بابا گرو نانک کا اٹھنا بیٹھنا مسلمانوں کے ساتھ تھا اس لیے ان کے کلام میں اسلامی رنگ نمایاں ہے" (3)

موجودہ پنجابی زبان اسلامی عہد کی یاد گار ہے ۔ اس کی ترقی میں مسلمانوں نے معقول حصہ لیا جو اب ایک وسیع خطے کی زبان بن چکی ہے اور اس زبان پر پنجاب کی قدیم پنجابی زبان کے اسلامی اثرات بہت زیادہ ہیں اور اس کی ساخت میں بہت سی زبانوں کا عنصر موجود ہے ۔

ناول "نیلی بار" کی اشاعت 2018ء میں دوست پبلی کیشنز اسلام آباد سے ہوئی ۔ اس میں پنجاب کے خطے "بار" کی کہانی بیان کی گئی ہے ۔ ناول دس ابواب پر مشتمل ہے جو پچاس کی دہائی سے لے کر اکیسویں صدی کی پہلی دہائی پر پھیلی طویل داستان ہے جو ایوب خان کے دور سے بھٹو کے انقلاب اور اس کی پھانسی کے وقت سے لے کر موجودہ دور تک محیط ہے ۔ اس میں عورت کے اندر کی کشمکش، آزادی کی خواہش اور سماج کے جبر کا سامنا کرنے، جنسی و نفسیاتی استحصال، محرومی اور ان کی حالتِ زار کو دکھایا ہے جہاں مرد اپنی بیوی کے سامنے ڈولیاں لوٹ کر انہیں حجلۂ عروسی میں لے جاتے ہیں اور عیاشی کو اپنا حق سمجھتے ہیں اور عزت دار گھرانوں کی بیٹیاں خود کشی کرنے پر مجبور کر دی جاتی ہیں اور اُن کے والدین کی چیخ و پکار میں برتی جانے والی زبان، پنجابی زبان کے الفاظ اور جملوں پر مستعمل ہے ۔ طاہرہ اقبال لکھتی ہیں:

> "دو مہاجر عورتوں نے اونچی حویلی کی سمت بانہیں الٹی کر کے بین کھینچے ....اڑیو!
> ہماری تلے کی تار جیسی بیٹیاں بھی کوئی نہ بچا سکا اور ان کی حویلیوں کے ککھ بھی کوئی نہ ہلا سکا ۔ بھرے بھکے گھر لٹے ، مال ڈنگر لٹے، شیر جوان بیٹے ٹوٹے ہو گئے، سوہنی بیٹیوں نے چھلانگیں مار مار کنویں بھر دیے ۔
> نیک بیگم دھیئے نی ماری او ڈونگری چھال ہائے مر جاویں دھیئے نی ماری او ڈونگری چھال ۔ اکھیاں تیریاں بلن مشالاں ۔ ہائے مر جاویں دھیئے نی بھریاں ریتو دے نال ۔ وال تے تیرے گزگز لمے ۔ ہائے مر جاویں دھیئے نی اڑیے سروٹیاں دے نال" (4)

ناول "نیلی بار" میں پاکستان کی سیاسی تاریخ، اقتصادی نظام، جاگیرداروں، وڈیروں، مہاجروں، غریب عورتوں کا جنسی استحصال کرنے والوں، حکومت بنانے اور گرانے والوں کی کہانی کو حقیقت پسندی کے ساتھ بیان کیا ہے ۔ لوٹا ہوا قافلہ جس حویلی پر جا کر رکا وہ بار کی سب سے وسیع و عریض اور مضبوط حویلی تھی، جس کا مالک نوزائیدہ مملکت خدا داد پاکستان کی قانون ساز اسمبلی کا ممبر تھا ۔ قافلے میں موجود عمر رسیدہ بزرگوں نے اپنی پگڑیاں اتار کر مالک کے قدموں میں رکھ دیں اور ماؤں نے سر سے چادروں کو اتار دیا اور ہاتھ جوڑ کر اس مالک کے سامنے کھڑی ہو گئی تھیں ۔ پنجابی زبان کو استعمال کرتے ہوئے جاگیردارانہ نظام کی منظر کشی کو بیان کیا ہے ۔ طاہرہ اقبال کے الفاظ ہیں:

> "سائیں ترلا ہے ،منت زاری ہے ۔ اساں لے نیا ہاں ہک لت تے تیری سرکار اچ کھلوتے ہاں ۔
> سائیں! تساں بادشاہ ہو اساں فقیر غریب ہاں، تساں مائی باپ ہو، دسواں اونٹ وی چھوڑو ہاں، تے ڈاھاڈا کرم کرو ہا"(۵)

ساہیوال اور ہڑپہ کے گرد و نواح میں پھیلے ریتیلے ٹیلوں اور میدانوں میں آندھی و طوفان میں ہی قافلہ خالی بستیوں کے درمیان سفر پر رواں دواں تھا ۔ قافلے میں سوار باراتی، دلہن اور ساز و سامان کے ساتھ عورتیں اونٹوں پر سوار تھیں۔آگ اگلتے ہوئے سورج اور طوفان کی رفتار تیز ہونے کے سبب وہ میدانوں میں ہی لڑھکنے لگے ۔ عورتوں نے آپس میں اوڑھنیاں باندھ لی تھیں تاکہ آندھی طوفان کی تیز رفتاری سے بچ سکیں ۔ پھر بھی کئی عورتوں کی سر کی چادریں درختوں کی شاخوں کے ساتھ اٹک گئی تھیں اور طوفان مسلسل رات تک چلتا رہا ۔ قافلے کو معلوم ہی نہ ہو سکا کہ وہ راستہ گم کر چکے ہیں اور وہ جھوک لنگر مال کی حدود میں داخل ہو چکے تھے ۔ یہاں سے گزرنے کی کسی بھی قافلے کو جرات نہیں تھی کیونکہ جہیز سمیت دلہن اور جوان لڑکیوں کو لوٹ لیا جاتا تھا ۔ قافلے کی ہر چیز ان ذیلداروں کی ملکیت ہوتی ۔ قافلہ" بار" کے علاقے کی وسیع حویلی میں داخل ہوا جس کا مالک پاکستان کی قانون ساز اسمبلی کا ممبر تھا ۔ وفاقی وزیر فتح شیر نے لوٹے ہوئے قافلے سے حاصل ہونے والے مال کا جائزہ لیا تو اس کی نظر دلہن اور اس کے ساتھ تین لڑکیوں لکھاں، بختاں اور بھاگاں پر پڑی تو انہیں زنان خانے پہنچا دیا گیا ۔ کیونکہ ذیلدار کے لیے یہ کوئی نیا کیس نہیں تھا۔ حویلی کی نوکرانیاں حریص نظروں سے اُن کے زیورات کو ٹٹولتی رہیں اور ان کی حالتِ زار پر قہقہے لگاتی رہیں۔ذیلدارنی رقیہ

Liberal Journal of Language & Literature Review
Print ISSN: 3006-5887
Online ISSN: 3006-5895

بیگم کی نظر کٹھو کے صحن میں بکھرے ہوئے مال و اسباب پر پڑی تو غصے میں حویلی کی ملازماؤں کو گالی گلوچ سے نوازنا شروع کر دیا ۔ غریب طبقے کی بے بسی پر اور امیروں کی اجارہ داری کو بیان کرتے ہوئے طاہرہ اقبال لکھتی ہیں:

> "لچیو ،پیشہ کرنیو، چکلے بیٹھیو کنجریو! دودھ سارا پاتھیوں پر الٹ گیا ۔ اس ماں کودیکھتی رہو گی کیا؟ پہلے کبھی نہ دیکھی تم لوگوں نے ؟اس حویلی میں کیا پہلی بار آئی ہیں ۔ ایساں ۔ کنویں کے پانی میں اپنا منہ ہی دیکھ لو ۔ لچیو، چکلے دارنیو! ہیں نی تنور کی پُٹھ ٹھنڈی ہو گئی ،ہانڈیاں چولہے پر لگ گئیں ۔ ساری حویلی مٹی گھٹے سے بھری ہے ۔ تم انہی سے ٹچکریں کرتی رہو گی کیا......؟"(6)

انقلاب کی آہٹ ذوالفقار علی بھٹو کے سیاسی منظر نامے پر تھی ۔ ملک میں مارشل لا کے بعد آنے والی سیاسی تبدیلیوں اور عوامی بیداری کو دکھایا گیا ہے اور روایتی دیہی پس منظر کو پاکستان کے وسیع سیاسی کینوس یعنی بھٹو دور کی سیاست اور اشتراکیت سے جوڑا گیا ہے ۔ مقامی لوگ سادہ سیاسی شعور کے باوجود جاگیرداروں اور ساست دانوں کے استحصالی شکنجے میں جکڑے ہوتے ہیں ۔ ایوب خان کے مارشل لا سے لوگوں میں ایسی پھوٹ پڑی کہ ہر ایک کی زبان پر بھٹو کا نام تھا۔"بار" کے غریب طبقے کے دلوں میں تھا کہ بھٹو انھیں روٹی کپڑا اور مکان دے گا کیونکہ وہ موروثی نظام اور ان کے ساتھ برتے جانے والے سلوک سے تنگ تھے ۔ وہ غلامی کو چھوڑ کر آزاد زندگی گزارنے کے خواہش مند تھے۔دیہات کے غریب لوگ باغیانہ لب و لہجے سے بھٹو کے انقلاب کے بارے میں باتیں کرتے کہ بھٹو ان غریبوں کی داد رسی کے لیے آئے گا اور ذیلداروں کے ڈیروں اور حویلیوں میں کام کرنے والی نوکرانیوں کو ان زمینوں کا مالک بنا دے گا ۔ حویلی کی ملازماؤں نے پنجابی زبان میں اپنی سوچوں کا اظہار ایک دوسرے سے کیا ۔ طاہرہ اقبال بیان کرتی ہیں:

> "ذیلداروں نے بختاں بی بی مار گھتی ایوب خان نہ پھدیا، پر بھٹو پھدیسی۔ بھٹو، بھٹو ٹھرو نے گندھی مٹی سے گیٹے روڑے چن کر پھینکے ، بکھاں بولی چٹا جھاٹا پر عقل نہ آئی ۔ مٹی کا تھوبا اچھال کر ٹھرو کے سر کا نشانہ لیا، نی کھوتی اے میرا اور بختاں بی بی کا ڈاہڈا گوڑا پیار تھا ۔ کملی سرت بھری ککھ کانے ڈھول سے گٹے پئیے اوندھے منہ گری، نی ایتھے میرا رانجھن ماہی تے نہیں آیا، نی مینوں اوہدی خوشبو پئی آندی اے ۔ ملازم چری کے ٹانڈے اٹھا کر کملی ست بھری کے پیچھے لگے" (7)

پاکیزہ کو بھٹو کے سیاسی انقلاب کے بارے میں بہت سی معلومات ارد گرد سے مل چکی تھیں ۔وہ دنیا کی سب سے بڑی نعمت آزادی سمجھتی تھی جس سے اس کی ہم عمر ملازم لڑکیاں لکھو، بکھو، بھجو اور ستاں جیسی لطف اندوز ہوتی تھیں کیونکہ انھیں گھومنے پھرنے سے کوئی بھی نہیں روکتا تھا ۔ وڈیرنی خود بھی حویلی کے ظالمانہ نظام سے تنگ تھی ۔وہ بھٹو کے آنے کے انتظار میں راتوں کو جاگ کر گزار دیتی اس خوش فہمی میں کہ بھٹو اسے اس حویلی سے باہر نکال دے گا ۔ دیہی علاقوں میں سیاسی انقلاب کی تحریک پھیلنے کے جذباتی تناؤ اور جاگیردارانہ طاقت کی منتقلی کے لیے کرداروں کے مابین جو زبان برتی گئی ہے اس میں پنجابی الفاظ کرداروں کے جذبات، سماجی تعلقات اور ماحول کو فطری انداز میں پیش کرتے ہیں ۔ ناول میں پنجابی زبان کی آمیزش نے اردو اسلوب کو وسعت بخشی ہے ۔ طاہرہ اقبال بیان کرتی ہیں:

> "وہ ستاں، بکھاں، ٹھراں، بختاں اور لکھاں کو بھٹو حویلی میں تاڑ دے گا ۔ جب بھٹو آئے گا تو وہ وٹ پر مار کر تربوز توڑے گی، لال رسیلا گودا پنجے بھر بھر کھائے گی ۔ جب بھٹو آئے گا تو وہ سر پر لسی کی کجی اور روٹیوں کی پوٹلی رکھ کر شکر دوپہر کھیتوں کو جائے گی ۔ جب بھٹو آئے گا تو وہ گڑ والی چائے پیے گی ۔ وہ سیویوں پر شکر ڈال کر کھائے گی اور کوئی اسے مسلن ہونے کا طعنہ نہیں دے گا ۔ وہ پانی بھرے کھال میں چکنی مٹی کی ڈلی مل مل نہائے گی ۔ بھٹو آ بھی گیا لیکن اس کے گاؤں کے صدیوں پرانے جمود میں کوئی ہل چل نہ آئی" (8)

زارا فتح شیر نے اپنے تقریری لفظوں سے عورتوں کے حقوق کے لیے عطیہ دینے والی ٹیموں کو سب سے زیادہ متاثر کیا کیونکہ اس کی تقریر کا عنوان "صنفِ نازک" تھا ۔ مزدور عورت، گھروں میں کام کاج کرنے والی ماسیاں، سڑکیں کوٹنے والی اوڈھنیاں، مظلوم اقلیتیں سبھی شامل تھے لیکن زارا کے لفظوں کی سچائی نے انھیں پُر تاثیر بنا دیا تھا، فیاض احمد جیسے لوگ بھی اس کے ہر جملے پر داد دے رہے تھے ۔ صدیوں سے چلتا ہوا استحصالی نظام بلا شبہ غربت اور جہالت کی دین ہے لیکن اس کی اصلاح جن کے اختیار میں ہے اُن کے اپنے وجود کی بقا اسی نظام کی مرہون منت ہے۔ ایک طبقے کا محروم رہنا دوسرے طبقے کی خوشحالی اور اقتدار کا ضامن ہے اور عورت کی حالت میں تبدیلی ایک لمحہ فکریہ ہے ۔ طاہرہ اقبال کے الفاظ ہیں:

"مرد ان کا ہرگز کفیل نہیں بنتا، بیماری، کپڑا لتّا، نون مرچ، بیٹیوں کا جہیز اس صنفِ نازک کی جان کے عذاب ہیں۔گیہوں کے وڈھ چن چن کر ناخن جلد سے جھڑ جاتے ہیں ۔ اس پنجابی کسان عورت اور مویشیوں میں کوئی فرق نہیں ۔ بھینس کی ٹہل سیوا ضروری ہے اگر پھنڈر رہ گئی تو بچے دودھ کہاں سے پئیں گے ۔ گھر کی لیپا پوتی کرنا اور پھر اس کی اپنی ذات کرچی کرچی ہو کر تقسیم ہو گئی اس لیے اپنے پاس تو کچھ نہیں بچا" (9)

ملک صاحب کے ڈیرے سے پیپلز پارٹی کے حمایتی اپنے بیانات جاری کرنے لگے اور بھٹو کی نوابی شان کا تذکرہ کرتے لیکن مخالفین کے ڈیرے سے اٹھنے والے نعرے شب بھر کی سوئی ہوئی مٹی کو قبل از وقت ہڑ بڑا کر جگا چکے تھے۔بندوقوں کے تابڑ توڑ فائر اور بارود کے دھوئیں سے فضا دھندلا چکی تھی ۔ ن لیگ پارٹی نعرے بلند کر رہی تھی۔نیلی بار کے علاقے کی صدیوں پرانی تاریخ میں عجیب واقعہ حادثہ ہوا تھا کہ خاندانی سیٹیں بے نام افراد نے جیت لی تھیں اور دیہی سماج کے لوگ ایک دوسرے کو بتاتے کہ ہم نے نواز شریف کو کچھ ایسا ضرور دیا ہے کہ جو وہ متکبر بن گیا ہے، وہ "مینڈیٹ" لفظ تھا۔ اب تو ہر طرف شیر چنگھاڑ رہا تھا۔ اس کے چنگھاڑنے کی آواز پورے ملک میں سنائی دیتی تھی ۔ بار کے علاقے کے سیاسی پس منظر کو پنجابی الفاظ میں طاہرہ اقبال بیان کرتی ہیں:

"ساڈا شیر آوے ای آوے، ساڈا شیر اے باقی سب ہیر پھیر اے ۔ بھٹو کی بیٹی ریاستوں کی رانی کسی کا کیوں کھائے گی اپنا اوکھر مکھڑا ک دنیا کھاتی ہے" (10)

مہذب شہری معاشرے میں عورتوں کی زبان سے دی جانے والی گالیاں کسی بے حیائی کا احساس لیے ہوں لیکن دیہی سماج میں تو یہ روزمرہ ہیں جہاں لڑائی جھگڑا، غیبت، جھوٹ، نفرت اور محبت کے لیے بھی ان کا برتا جانا ضروری ہوتا ہے۔ ہائے مر جائیے، بھوتنی دا، کنجر ہے، حرام دا، یہ پیار بھری گالیاں جو بچوں کو بہلانےکے لیے پنجابی زبان میں مستعمل الفاظ ہیں۔ صدیوں پرانا خانگی استحصالی نظام جدید ترقی یافتہ شہروں میں شاید کمزور پڑ گیا ہو لیکن دیہی سماج میں ابھی بھی رائج ہے۔دیہاتی علاقوں میں تو بوڑھے پنجاب کے طاقت ، اختیار اور شان سے جیتے ہیں۔ بہویں گھر کے عمر رسیدہ بزرگوں کی دیکھ بھال کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی گالیاں بھی برداشت کرتی ہیں۔ نیلی بار میں طاہرہ اقبال نے پنجاب کے دیہی سماج کی خانگی استحصال نظام کے بارے میں لکھا ہے :

"نی کم ذات ایسے دھوتی ہیں جان بوجھ کر میری جاہنگھ کھینچی کہ کڑک جائے، جان بوجھ کر ابلتا ہوا پانی پھینکا کہ تجھے ہاتھ نہ مارنا پڑے گندگی آپ ہی جھڑ جائے۔ میں چاہے جل جاؤں..... پر میں تو تجھی سے ہاتھ پھر واؤں گی ۔ کراہت آتی ہے تجھے ، ناک پر کپڑا رکھتی ہے ۔ نہ جو میرے موت سے نکلا اس سے تو کراہت نہیں آتی تجھے جس کا موت روز ڈلواتی ہے اپنے چولہے میں...."(11)

ایک روز نیلی بار کے زرخیز میدانوں گاؤں کے کئی گھروں میں ٹیلی ویژن پر ایک عجیب خبر لگی تھی جس کی باز گشت ذرے ذرے کا دل دھڑ کا گئی کیونکہ مشرقی وسطی کی ریاستوں میں ہونے والی جنگوں کی ریکارڈنگ کی ویڈیوں چلائی جا رہی تھی ۔ خبروں کو سنتے ہی سب سے پہلے مسجد کے امام نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور پھر فوجی نصیر نے اپنی پُر جوش خطابت سے گاؤں کے لوگوں خوش کیا ، جس کے الفاظ تھے کہ آخر ہمارے نوجوانوں نے اس ظالم مغرور قوم کا بدلہ چکا ہی دیا۔اس پر گاؤں کے لوگ بھی نعرے لگاتے رہے ۔ لیکن مولوی صاحبان نے افغان جنگ کےلیے بہت سے مدارس سے مجاہد اکھٹے کرلیے تھے۔ مولویوں کے جوش و جذبے کو طاہرہ اقبال ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں :

"ہمارے بچوں کو جلال آباد اور کابل کے برف خانوں میں روسیوں کے جہنم زاروں میں جھونک دیا جہاں ان کی لاشیں بھی ماؤں کے پاس نہ پہنچی۔ اب تمھاری مائیں بھی اپنے کلیجوں کی لاشیں ڈھونڈیں گی ۔ قمیض کی کوئی دھجی، بالوں کی کوئی کترن، بوٹیاں اور چمڑی جنھیں ڈاکٹر ٹیسٹ کر کے بتائیں گے کہ کونسا قیمہ اور لہو کا ملغوبہ کس کا ہے ۔ ذرا گوری مائیں بھی بین ونڈائیں اب ...."(12)

چند برسوں سے بار کے گاؤں میں شادی بیاہ ،ختنے، عقیقے پر ایک نئی رسم کا رواج شروع تھی۔ لاؤڈ سپیکریوں پر دیہاتیوں کے پسندیدہ فلمی گانے لگا کر ویلیں دی جاتیں جو ایک سو روپے شروع ہو کر پانچ سو روپے تک بڑھ جاتیں ، بعض اوقات تو ویل کے لیے مویشی جانور بھی بیچ دیے جاتے اور اُن کے ناموں کے ساتھ چوہدری لگا دیا جاتا۔ ویلیں تو مراثی اور مسلی بھی دیتے تھے لیکن اُن کے ناموں کے ساتھ مراثی اور مسلی ہی رہتا ۔ ان لاؤڈ سپیکروں کے ذریعے فلمی گانوں کی صورت میں معشو قاؤں تک اپنے احساسات پہنچا دیتے اور نوبت لڑائی جھگڑے پر پہنچ جاتی۔گانے سن کر حویلی میں کام کرنے والی لڑکیوں کے چہرے فخر سے تمتماتے اور بڑی عمر کی عورتیں گندم صاف کرتیں، مرچوں کی ڈنڈیا توڑتیں، ابلے پانی میں ساگ کتر کتر کر ڈالتیں اور آٹا گوندھ کر تنوروں پر روٹیاں لگاتیں اور بوبو رحمتے ان لڑکیوں

کو دیکھ کر اپنے گھٹنے زور زور سے پیٹتی۔ طاہرہ اقبال لکھتی ہیں :

> " ہائے چندری ہائے چندری لچی بدمعاش یاروں کو لڑوا کر خوش ہو تی ہیں۔ کیا پتا کب ڈانگ سوٹا چل جائے سر پھٹول ہو جائیں پر مریں گے تو ماؤں کے لال لچیو.... ہائے ہائے کنجریاں تمھیں تو میں کونڈی میں ڈال کر کوٹو،ں مرچیں گھول کر تمھاری چٹنی بناؤں، تجھے آٹے میں گوندھ کے مسی روٹی سلگتے تنور پر لگاؤں ۔ گندلوں کے مُٹھے میں لپیٹ کر درانتی سے تیرا کترا کروں ۔ باریک باریک گندل گندل چھیلوں تجھے "(13)

پاکیزہ کی ساری کہانیاں نا مکمل ہوتیں وہ "کیوں " پر غیر بلب تھیں۔ وہ بے انتہا ادھوری کہانیوں کے انجام سوچتی رہتی اور ہر کہانی کے کردار اس کی سوچوں پر حاوی رہتے اور اب تو وہ اپنے والد کو دیکھ کر اس سوچ میں گم تھی کہ کبھی اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ انھیں کوئی بیماری لگنے کی جرات کر سکتی ہے۔ کیونکہ وہ موت پر رفیق القلب ہونا بے عزتی سمجھتے تھے ۔ ان کی زبان حروف ادا کرنے سے لاچار تھی ، بہت سی زبانوں سے واقفیت رکھنے والا ہی کچھ بھی یاد نہ رکھ سکا سوائے چند مادری زبان کے ٹوٹے پھوٹے حروف جو کھڑکھڑاتے سینے سے نکل رہے تھے۔یہ واقعہ پہلی بار ذیلداروں کی حویلی میں پیش آیا۔ جب غیر مرد باہر سے آکر زنانہ صحن میں داخل ہو رہے تھے۔ حویلی کی نوکرانیاں اُسے حوصلہ دینے لگیں جو موت کی اٹل حقیقت سے آگاہ کرتی تھیں ۔ پاکیزہ پہلی بار کسی کہانی کو انجام پذیر ہوتے دیکھ رہی تھی ۔ حویلی کی ملازمائیں ملک صاحب کی موت کو قریب سے دیکھ کر بین کرنے لگیں ۔ طاہر اقبال "بار" کی ثقافت کے رسم و رواج کو پنجابی الفاظ میں بیان کرتی ہیں :

> "جاگیراں دا مالک، راوی دا راجا، خان شہزادہ سائیں حیاتی بڑھا نئیں تے دنیا مک جائے گی، خلقت مر جائے گی، کوئی عدل انصاف والا نہ رہے گا، غریبوں مسکینوں کا جھالو......راوی کے پانیوں جیسا ، کنک کے جھاڑ جیسا ، پھٹی کے کھیت جیسا..... ریاستوں کا نواب..... یہ نہ رہا تو سارا جگ مٹ جائے گا...."(14)

طاہرہ اقبال اردو ادب کی اہم اور ممتاز شخصیت ہیں۔ انھوں نے ناول اور افسانے کے میدان میں اپنی ایک منفرد شناخت قائم کی۔ اُن کی تحریروں میں حقیقت نگاری، سماجی شعور اور تہذیبی رنگ نمایاں نظر آتے ہیں جس کی وجہ سے انھیں معا صر اُردو ادب میں ایک معتبر مقام حاصل ہے ۔ انھوں نے اپنے فن کے ذریعے دیہی سماج ، عورت کے مسائل ، انسانی نفسیات اور بدلتے ہوئے سماجی رویوں کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔ اُن کے ناول" نیلی بار" نے خاص شہرت حاصل کی اور اردو ناول نگاری میں ایک اہم اضافہ ثابت ہوا۔ طاہرہ اقبال نے اپنی تخلیقات میں پنجاب کی ثقافت اور مقامی زندگی کی بھر پور عکاسی کی جس سے ان کے ادب کو انفرادیت ملی ۔

انھوں نے اس ناول میں پنجاب کی ثقافتی، جغرافیائی اور تاریخی حقیقتوں کو اجاگر کرنے کے لیے اردو نثر کے روایتی ڈھانچے کو توڑ کر پنجابی الفاظ، محاورات اور لہجے کو انتہائی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ کسی بھی خطے کی حقیقی عکاسی تب تک ممکن نہیں جب تک وہاں کی مقامی زبان کو ادب میں جگہ نہ دی جائے۔ طاہر اقبال نے "نیلی بار" کے دیہاتی پس منظر، رہن سہن اور رسم و رواج کو سچائی کے ساتھ پیش کرنے کے لیے پنجابی لغت کا سہارا لیا ہے۔

ناول کے کردار چونکہ پنجاب کے دیہی ماحول سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے ان کی گفتگو میں پنجابی الفاظ کا استعمال فطری اور مناسب محسوس ہوتا ہے۔ اس لسانی انداز سے کرداروں کی انفرادیت، سماجی شناخت اور ثقافتی وابستگی زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ پنجابی الفاظ کرداروں کے جذبات، محبت، غصے، دکھ اور خوشی کے اظہار کو زیادہ موثر اور حقیقت پسندانہ بناتے ہیں۔ ان الفاظ کو برتنے سے اس ناول میں مقامی رنگ پیدا ہوتا ہے اور یہ رنگ بھی ناول کے ماحول، رہن سہن اور تہذیبی روایات کی تصویر کشی میں مدد گار ثابت ہوتا ہے۔ لسانی اعتبار سے ناول میں پنجابی زبان کے الفاظ اردو زبان کے ساتھ ایک خوشگوار امتزاج پیدا کرتے ہیں جس سے زبان کے اظہار کی قوت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ بعض مواقع پر ایسے الفاظ مخصوص ثقافتی مفاہیم کے حامل ہوتے ہیں جن کا مکمل مفہوم روایتی اردو الفاظ سے ادا نہیں ہو سکتا، اس لیے ان کا استعمال ناول کی معنوی گہرائی کو بڑھاتا ہے۔

طاہرہ اقبال کے ناول "نیلی بار "میں پنجابی زبان کے الفاظ، محاورات اور روز مرہ تراکیب کا استعمال محض لسانی آرائش نہیں بلکہ ناول کی فضا، کردار نگاری اور ثقافتی شناخت کو زیادہ مؤثر بنانے کا ایک اہم فکری و فنی وسیلہ ہے۔ پنجابی زبان کے الفاظ کے بر محل استعمال نے اس کے بیانیہ میں فطری پن، مقامی رنگ اور حقیقت نگاری پیدا کی ہے۔ انھوں نے پنجابی زبان کی مٹھاس اور توانائی کو اردو کے قالب میں ڈھال کر ایک ایسا ناول تخلیق کیا ہے جو پنجاب کی روح کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ پنجابی زبان کے الفاظ اور محاورے انسانی رویوں، جاگیردارانہ نظام کے جبر اور عورت کی مظلومیت کو بیان کرنے میں جادوئی اثر رکھتے ہیں۔ انھوں نے ناول میں پنجابی لوک گیتوں کا استعمال بہت

خوبصورت طریقے سے کیا ہے جن میں پنجاب کی رہتل کا رنگ نمایاں ہوتا ہے۔ پنجابی الفاظ کو اردو کے ساتھ شامل کر کے اردو پڑھنے والوں کے لیے قابل قبول بنانا اس ناول کی بڑی خوبی ہے۔

حوالہ جات

1. حمید اللہ ہاشمی ، زبان و ادب ، ناشر انجمن ترقی اردو پاکستان ، ۱۹۸۸ ء، ص ۲۲
2. ڈاکٹر شہباز ملک، پنجابی لسانیات، عزیز بک ڈپو، اردو بازار، لاہور، 1977 ء، ص ۱۵۱
3. ایضاً ، ص ۱۹۴
4. طاہرہ اقبال ، نیلی بار، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد، 2017 ء ، ص30
5. ایضاً ، ص 40
6. ایضاً ، ص 45
7. ایضاً ، ص 102
8. ایضاً ، ص 119
9. ایضاً ، ص 310
10. ایضاً ، ص 345
11. ایضاً ، ص 385
12. ایضاً ، ص 394
13. ایضاً ، ص 501
14. ایضاً ، ص 561

Hawala Jaat

i. Hameed Ullah Hashmi, Zaban-o-Adab, Publisher: Anjuman Tarraqi-e-Urdu Pakistan, 1988, P. 22
ii. Dr. Shahbaz Malik, Punjabi Lisaniat, Aziz Book Depot, Urdu Bazar, Lahore, 1977, P. 151
iii. Aizan, P. 194
iv. Tahira Iqbal, Neeli Bar, Dost Publications, Islamabad, 2017, P. 30
v. Aizan, P. 40
vi. Aizan, P. 45
vii. Aizan, P. 102
viii. Aizan, P. 119
ix. Aizan, P. 310
x. Aizan, P. 345
xi. Aizan, P. 385
xii. Aizan, P. 394
xiii. Aizan, P. 501
xiv. Aizan, P. 561